درس نمبر: 5 چوتھا قاعدہ

آج کے درس میں چوتھا اور آخری قاعدہ بیان کرتے ہیں۔اور اسکے متعلق جتنے بھی مسائل ہیں وہ بیان کریں گے۔

قاعدہ نمبر 4: ہمارے زمانے کے مشرکوں کا شرک پہلے مشرکین سے زیادہ غلیظ اور بھیانک ہے۔ اور ہمارے زمانے کے مشرکین سے مراد جو آج کل کے لوگ ہیں جو کلمہ پڑھنے کے بعد اولیاء کو پکارتے ہیں ، انبیا کو پکارتے ہیں، فرشتوں کو پکارتے ہیں۔اور ان کے نام پر قربانی اور نذر ونیاز دیتے ہیں۔ان کی قبروں کو پختہ کرتے ہیں اور مزارات بناتے ہیں۔اگرچہ ہمارے مخالفین اس بات میں اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ لوگ ہمیں مشرک کہتے ہیں۔آپ مسلمانوں کو مشرک کہتے ہو۔اس کا جواب انشاء اللہ دیتے ہیں۔اور جو پچھلے زمانے کے مشرکین ہیں ان سے مراد ہے ، نبی (ﷺ) کے زمانے کے مشرکین۔وہ مشرکین عرب کیوں نہ ہو یا یہود و نصاریٰ۔ جتنے بھی مشرکین

تھے اس زمانے کے انھیں کہتے ہیں مشرکین الاولین۔ اور یہاں ایک وجہ بیان کررہے ہیں کہ کل بھی جو مشرک تھے شرک کرتے تھے۔آج کے دور میں بھی مشرک موجود ہیں جو شرک کرتے ہیں۔دونوں مشرک ، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔صرف یہ نہیں کہا کہ مشرک ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ آج کل کے مسلمانوں میں جو شرک ہے وہ زیادہ خطرناک اور بھیانک ہے۔اب اس کی وجہ شیخ صاحب بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کیونکہ پچھلے لوگ اچھے اوقات میں شرک کرتے تھے جب وہ خوش ہوتے تھے۔کوئی مصیبت نہیں ہوتی تھی۔ عام حالات میں وہ شرک کرتے تھے۔اور جب کوئی مصیبت ہوتی کوئی شدت ہوتی تب توحید کرتے اور اخلاص کرتے ۔ اور ہمارے زمانے کے مشرک کا شرک دائمی شرک ہے۔اچھے اوقات ہوں یا چاہے.برے اوقات ہوں۔تو وہ ہمیشہ غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔یہاں پر صرف ایک سبب بیان کیا ہے۔کہ آج کے دور کا مشرک کیوں زیادہ غلیظ اور خطرناک شرک کا مرتکب ہے۔دوسری وجہ کیاہے، جو پچھلے زمانے کے مشرکین تھے وہ چاند، سورج ، پتھر انبیاء ، اولیا اور صالحین کی عبادت کرتے تھے۔آج کے دور میں ان آستانوں میں اور ان مزارات پر کیا کچھ نہیں ہوتا۔اور جن کو یہ پکارتے ہیں ان کی بدکاریوں کے قصے بھی اپنی کتابوں میں خود بیان کرتے

ہیں۔ پچھلے زمانے کے مشرکین جو درختوں اور پتھروں ، چاند اور سورج کی عبادت کرتے تھے تو یہ سب اللہ تعالی کی تسبیح بیان کرتے ہیں بدکاری نہیں کرتے اور آج کے زمانے میں جو لوگ شرک کرتے ہیں ، جنھیں پکارتے ہیں ان میں (سارے نہیں ، یاد رکھیں سارے اولیاء نہیں) اولیاء ، جن کے لیے پکار اور قربانی اور نذر و نیاز صرف کرتے ہیں۔ان کی بدکاریوں کے قصے اپنی کتابوں میں خود بیان کرتے ہیں۔

پچھلے زمانے کے مشرکین نے توحید الوہیت میں غلطی کی۔ ربوبیت صرف اللہ تعالی کے لیے ہے یہ وہ جانتے تھے۔ یعنی یہ نہیں کہتے کہ اے ہبل مجھے رزق عطا فرما۔ اے لات مجھے بیٹا دے نہیں کہتے تھے۔وہ جانتے تھے کہ بیٹا اور رزق صرف اللہ تعالی کی ذات دے سکتی ہے وہی قادر ہے اس پے۔ان کا شرک یہ تھا کہ انھوں نے ان بتوں کے لیے اپنی عبادت کو صرف کیا۔ لیکن جب آج کے دور میں ہم دیکھتے ہیں یہ کلمہ پڑھنے والا مسلمان۔ (بعض لوگ) کیا کرتے ہیں، صرف نذر نیاز اور قربانی ہی نہیں صرف کرتے اپنے اولیا کے لیے بلکہ ان کو پکارتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اولاد بھی انھی اولیاء سے مانگتے ہیں۔ رزق بھی اپنے اولیاء سے مانگتے ہیں۔ مصیبت میں بھی انھی کو پکارتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ پچھلے زمانے کے مشرکین نے توحد الوہیت میں غلطی کی

اور شرک فی العبادہ کیا۔آج کے دور میں دہرا شرک ہو رہا ہے، عبادت میں بھی شرک ہے اور ربوبیت میں بھی شرک ہے۔ایک اور چوتھی وجہ بھی ہے کہ پچھلے زمانے کے لوگوں نے لا الہ الا اللہ کے مفہوم کو سمجھا تھا۔ابو جہل جانتا تھا کہ لا الہ الا اللہ کا مطلب ہے کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ تعالی کے۔

﴿ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ﴾ (ص: 5)

کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔

سارے معبودوں کو چھوڑ دیں صرف ایک ہی معبود، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔اے محمد (ﷺ) ایک مہربانی کر دیں، سارے معبودوں کو ختم نہ کر دیں۔آپ کے الہ کو بھی ہم مانتے ہیں۔ ہماری کچھ تو مانیں۔ نہیں۔ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ سارے کے سارے معبود باطل ہیں سوائے اللہ تعالی کی ذات کے۔آج کے دور میں زبان سے تو لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ اور مفہوم کیا لیتے ہیں کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی خالق، کوئی مالک، کوئی رازق نہیں۔ یہ مفہوم تو ابو جہل اور ابو لہب بھی جانتے تھے۔اور یہ جانتے

کہ اس کلمہ کا مفہوم اگر ہم یہ لیتے ہیں تو پھر محمد (ﷺ) سے جھگڑا کیا ہے۔ محمد (ﷺ) جو توحید لے کر آئے تھے وہ یہ توحید نہیں تھی۔ یہ تو ہر انسان اپنی فطرت سے جانتا ہے، یہ فرعون بھی جانتا تھا۔ آج کے زمانے میں عوام الناس کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن جو علماء ہیں ان کے ساتھ باتیں ہوتی ہیں، ان کو ایک ایک آیت، ایک ایک دلیل کھول کہ بیان کی جاتی ہے پھر بھی کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا مفہوم یہ نہیں ہے۔ تو ان سے بہتر ابو جہل نہ تھا۔ یہ بات تلخ ہے، ابو جہل نے تو اس کلمہ کو مفہوم سمجھ لیا۔ ایک ہی معبود ہے لیکن اس کو نہیں مانتے، کفر ہے اور شرک ہے کوئی شک نہیں ہے اس میں۔ آج کا مسلمان زبان سے تو اقرار کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود بھی شرک کر رہا ہے۔ شیخ صاحب دلیل کے طور پر یہ بیان کر رہے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴾ (العنکبوت: 65)

پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کرکے پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس قاعدے کے متعلق چند باتیں ہیں مخالفین نے جب یہ قواعد الاربعہ پڑھے اور دیکھے تو انھوں نے کہا کہ شیخ صاحب نے یہاں بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ انصاف نہیں کیا۔ پہلی بات تو یہ کہ جتنی بھی آیتیں بیان کیں وہ ساری کی ساری مشرکین کے لیے تھیں۔ آپ لوگوں نے زبردستی کر کے مسلمانوں پر لگا دیں۔ اس کا رد ہم پہلے قاعدے میں بیان کر چکے ہیں۔ دوسری بات وہ کہتے ہیں کہ دیکھیں جو مسلمان کلمہ پڑھ لے تو دائرہ اسلام میں داخل ہے مسلمان ہے وہ کبھی شرک کر نہیں سکتا۔ یعنی کلمہ گو کبھی مشرک ہو نہیں سکتا تو آج یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کلمہ گو مشرک ہو سکتا ہے کہ نہیں۔ صرف قرآن مجید سے پڑھ کے بیان کرتا ہوں۔ اس کے بعد چند غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہیں۔

کیا کلمہ گو مشرک ہو سکتا ہے؟ جی ہاں ہو سکتا ہے اور اس کی دلیل میں قرآن مجید کی یہ چند آیات ہیں:

1) سورۃ یوسف میں اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ " اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے مگر شرک کے ساتھ "۔ یعنی مومن بھی ہیں لیکن شرک بھی کرتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ مومن شرک کر سکتا ہے۔ شیطان انسان کے خون میں دوڑتا ہے ۔ اور شیطان کے وسوسوں میں آ کے یہ انسان پھر بھی شرک کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

2) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا انھی لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی ہدایت پانے والے ہیں (الانعام: 82)۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بڑے بڑے صحابہ پریشان ہوگئے۔ اور دوڑتے ہوئے نبی (ﷺ) کی طرف گئے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے گھٹنوں کے بل گر گئے۔ کہا: یا رسول اللہ (ﷺ) ہم میں سے کون ہے جس نے کوئی ظلم نہ کیا ہو۔ کیا ہمارے سارے کے سارے اعمال اکارت ہوگئے۔ تو نبی رحمت (ﷺ) نے فرمایا: یہ وہ ظلم نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ بلکہ یہ وہ ظلم ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: "ان

شرک لظلم عظیم (لقمان:13)۔بخاری کی روایت ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ مومن بھی اپنے اوپر شرک کا ظلم کر سکتا ہے۔

3) جب اللہ تعالی نے سورۃالموٴمنون میں مومنوں کی صفات بیان کیں ہیں۔اس میں اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ ---آیت---اگر مومنین سے شرک نہ ہو سکتا تو اللہ تعالی مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے یہ کبھی نہ فرماتے کہ اللہ تعالی کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔جب مومن ہے تو شرک کی نفی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

4) سورۃالفرقان میں اللہ تعالی نے مومنین کی صفات بیان کیں ۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔(الفرقان:68)

5) (سورہ انعام : 12) اس کی تفسیر میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں جس نے بھی کسی حرام چیز کو حلال کیا تو اس نے شرک کیا۔اس لیے کہ اس نے بھی شریعت بنائی۔ تو جس نے بھی اللہ تعالی کی حرام کردہ چیز کو حلال کیا تو اس نے شرک کیا۔

6) سورہ الممتحنہ میں ارشاد باری تعالی ہے: آیت۔ اے نبی (ﷺ) جب آپ کی طرف عورتیں آئیں سب سے پہلے کس چیز کی بیعت کریں۔ کہ شرک کبھی نہیں کریں گیں۔ اگر ایمان کے ساتھ شرک ہو ہی نہیں سکتا تو پھر شرک کی نفی کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بیعت میں وعدہ ہوتا ہے۔

7) (سورہ نور: 55) اللہ تعالی کا وعدہ ہے ان مومنوں کے ساتھ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کو زمین پر خلافت عطا فرمائے گا۔ جس طریقے سے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا فرمائی۔ اور اس دین کی بھی تمکین ہو گی جس پر اللہ تعالی راضی ہو، وہ نہیں جس پر لوگ راضی ہوں۔ دین اسلام ایک ہی ہے وہ ہے توحید اور اتباع رسول (ﷺ)، یہ دین کی بنیاد ہے۔ اور خوف وہراس کو امن میں بدل دے گا۔ یہ سب کب ہو گا؟ اللہ تعالی فرماتے ہیں: میری ہی عبادت کرو اور میرے علاوہ کسی کو میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ۔ وعدہ مومنوں سے ہے اور آخر میں کیا ہے کہ شرک کبھی نہ کرنا۔ اگر مومن کبھی شرک نہ کر سکتا تو اس وعدے کی ضرورت کیا تھی۔

ان سب دلائل سے یہ نہ سمجھیں کہ مومن مشرک ہے۔بلکہ شرک مومنوں کے لیے خطرہ ہے۔مومنوں کو اس سے بچنا چاہیے۔یہ بڑی عظیم آیت ہے، مجاہدین کے لیے، علماء کے لیے، عوام الناس کے لیے، طلاب العلم کے لیے، سب کے لیے جو خلافت کا نعرہ لگاتے ہیں کہ خلافت ہونی چاہیے اور اس کی وجہ سے حکمرانوں پر تکفیر کے فتوے لگاتے ہیں۔اللہ کی قسم ! اگر آج شرک مٹ جائے تو یہ خلافت بھی آجائے گی، دین کی تمکین بھی ہو جائے گی (اسلام کا غلبہ ہو جائے گا) خوف وہراس بھی ختم ہو جائے گا۔آج کیا ہے ؟ امت میں خوف وہراس پھیلا ہوا ہے۔ہر طرف بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔امت میں شرک پھیل چکا ہے۔بدکاریاں ، بدعات وخرافات پھیل چکی ہیں، حکمران ظالم ہیں، محکومین مظلوم ہیں۔ساری کی ساری پریشانیاں موجود ہیں۔کافر دروازے پر کھڑا ہے مسلمانوں کی عزتیں، جان اور مال محفوظ نہیں۔جو لوگ چاہتے ہیں کہ زمین پر اللہ تعالی کی خلافت برپا ہو جیسے صحابہ کرام کے زمانے میں تھی۔آج سے توحید کی دعوت قائم کرو اللہ تعالی سے عہد کرو، تو دیکھو کس طرح اللہ تعالی اپنا وعدہ پورا کرتا ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ کافر دوازے پر کھڑا ہے، ان کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔ بالکل کرنا چاہیے ، ہم اختلاف نہیں کرتے۔آپ کی آنکھوں کے سامنے ایک مسلمان ہے جو کافر

کے ہاتھوں مارا جا رہا ہے ، اور ایک شخص مر رہا ہے جو ہمارا پڑوسی ہے ، ہمارا رشتے دار ہے قبر کا طواف کر کے اس کی چوکھٹ پر سر رکھ کر مر رہا ہے۔ موت ان دونوں کی ہوئی لیکن ان دونوں میں سے کون بہتر ہے۔وہ جو کافر کی گولی سے مرا یا یہ جو آستانوں اور مزاروں کی چوکھٹ پر سر رکھ کر مرا۔ اللہ تعالی کے نزدیک دونوں میں سے کون بہتر ہے۔جو کافر کی گولی سے مرا اس پر ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی اس کی شہادت قبول فرمائے۔ لیکن جو قبروں کا طواف کرتے ہوئے اپنی زندگی ختم کر رہا ہے شرک اکبر پر مر رہا ہے اور ہم ان کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ان کے لیے کچھ نہ کریں ہم؟

چند احادیث کا بیان:

1) ابو ذر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: کہ نبی (ﷺ) نے فرمایا، جبرائیل (علیہ سلام) میری طرف آئے اور مجھے بشارت دی ، کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ) جو شخص بھی آپ (ﷺ) کی امت میں سے اس حال میں مر جائے کہ اس نے کبھی شرک نہ کیا ہو اور کسی کو بھی اللہ تعالی کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) اگرچہ وہ زنا بھی کرے اور چوری بھی کرے؟ نبی

کریم (ﷺ) نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا بھی کرے اور چوری بھی کرے (تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا) صحیح مسلم۔

اگر کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا اور شرک نہیں کیا تو اللہ تعالی کے ہاں اس کے لیے دو راستے ہیں۔ یا تو اللہ تعالی کا فضل و کرم ہے، اس کے کبیرہ گناہوں کی معافی ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔ یا اس کے لیے اللہ تعالی کا عدل وانصاف ہے کہ جتنے گناہ کر چکا ہے اتنے گناہوں کے برابر اس کو عذاب ہو گا، جب اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے گا پھر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ امت کون ہیں؟ مومنین ہیں نہ کہ مشرکین۔

2) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جو اللہ تعالی قبول فرماتے ہیں۔ تو ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی اور اللہ تعالی سے مانگ لی۔ میں نے اپنی دعا کو چھپائے رکھا قیامت کے دن کے لیے۔ اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا۔

نبی کریم (ﷺ) ساری زندگی تکلیفیں برداشت کرتے رہے لیکن اس کے باوجود اپنی ایک دعا کو اپنی امت کے لیے چھپا کر رکھا۔ اور آج اس امت کا حال دیکھیں۔ ہم نے اپنے پیارے نبی (ﷺ) کے لیے کیا کیا ہے؟ انھوں نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں اس

امت کے لیے، ہم نے کتنی تکلیفیں برداشت کی ہیں اپنے پیارے نبی (ﷺ) کے لیے؟ اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی جان اور مال اور اپنا سب کچھ نبی (ﷺ) کے لیے قربان کر دیں۔ آمین۔

3) ثوبان (رضی اللہ عنہ) کی طویل حدیث ہے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی، جب تک میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں کے ساتھ نہیں مل جائیں گے۔اور حتی کہ میری امت کے کچھ قبیلے وثن کی عبادت کریں گے۔ (ابی داؤد اور احمد)

4) صنم اور وثن میں کیا فرق ہے؟ صنم اس بت کو کہتے ہیں جس کی کوئی خاص شکل ہو،اور وثن اس بت کو کہتے ہیں جس کی کوئی خاص شکل نہ ہو۔۔ایک پتھر ہے،وہ وثن ہے۔اس کو خاص شکل میں تراشا تو وہ صنم ہو گیا۔آج ہمیں کوئی تراشا ہوا بت نظر نہیں آتا، لیکن قبر نظر آتی ہے کہ نہیں۔ قبر وثن ہے، صنم نہیں ہے۔

رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: "مجھے حد سے نہ بڑھانا، جیسے یہود و نصاری نے عیسی علیہ السلام کو حد سے بڑھا دیا۔ میں اللہ تعالی کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔" یہ دلیل

کیسے بنی؟ عیسی علیہ السلام کے زمانے کے نصاری مومن تھے، عیسی علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد شرک کیا۔اپنے نبی کی محبت میں حد سے بڑھ گئے۔ان کو اپنارب بنادیا۔

حدیث 5۔ "اے اللہ میری قبر کو وثن نہ بنانا، جس کی عبادت کی جائے۔" (موطی مالک کی صحیح حدیث)

حدیث 6: ابو داود میں ہے، رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: "اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ،اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔"آج کل اولیاء کی قبروں پر کیا ہوتا ہے۔میلے اور عیدیں منعقد ہوتی ہیں۔ مومن کے لیے قرآن اور حدیث سے طرف ایک ہی دلیل کافی ہوتی ہے،اور اگر کوئی ایک دلیل نہ مانے تو وہ ہزار دلائل بھی نہیں مانے گا۔

آج کے مشرکین پہلے مشرکین سے زیادہ غلیظ اور خطرناک ہیں،اس بات پر بھی مخالفین کا اعتراض ہے کہ ہم نے ناانصافی کی۔

1 :-احمد رضا خان بریلوی کی تالیف "ملفوظات" حصہ سوئم میں احمد بدوی کے بارے میں بات کی جا رہی ہے۔کہتے ہیں کہ امام احمد بدوی جن کی مجلس میلاد مصر میں ہوتی ہے،میلاد کے دن آپ کے مزار پر مجمع ہوتا ہے،امام عبدالوہاب شعرانی التزام کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے۔اپنی کتاب میں بھی بہت تعریف لکھی ہے۔کئی ورقوں میں

اس مجلس کے حالات لکھے ہیں۔ مجلس تین دن ہوتی ہے۔ایک دفعہ آپ کو تاخیر ہو گئی۔یہ ہمشہ ایک دن پہلے ہی حاضر ہو جاتے تھے۔اس دفعہ آخری دن پہنچے جو اولیامزار پر مراقب تھے۔انھوں نے کہا کہ کہاں تھے۔دور دور سے حضرت مزار سے پردہ اٹھا اٹھا کر پوچھتے ہیں عبدالوہاب آیا؟ عبد الوہاب آیا؟انھوں نے کہا حضور کو میرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے۔انھوں نے فرمایا اطلاع کیسی؟ حضور تو فرماتے ہیں کہ کتنی ہی منزل پہ کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا اردہ کرے (دل کا عمل) میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں اس کی حفاظت کرتا ہوں۔اگر اس کا ــکا ٹکڑا جاتا رہے گا۔ اللہ تعالی مجھ سے سوال کرے گا پھر فرمایا۔ان پر خاص توجہ تھی۔اور ان کو بھی خاص نیاز مندی تھی اس لیے حضرت کو ان سے خاص محبت تھی۔حضرت عبدالوہاب ان کے کبائر اولیا میں سے ہیں۔مزار پر آ رہے تھے کہ ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی،فورا نگاہ پھیر لی۔مگر وہ آپ کو پسند آئی۔جب مزار شریف پر حاضر ہوئے،ارشاد ہوا عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے؟عرض کی ہاں۔فرمایا اچھا وہ کنیز ہم نے تم کو ہبہ کی۔اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو تاجر کی ہے،اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔معاوہ تاجر حاضر ہوا،اور وہ کنیز مزار کی نذر کی۔خادم کو اشارہ ہوااور وہ

کنیز آپ کی نذر کر دی گئی۔ارشاد فرمایا: عبدالوہاب اب دیر کا ہے کی ہے،فلاں حجرے میں لے جاؤاور اپنی حاجت پوری کرو۔کیا یہ بدکاری ہے کہ نہیں؟

2) شعرانی کی کتاب میں، طبقات الاولیاء،ان اولیاء میں سے یہ شیخ بھی ہیں۔مجھے خبر دی کہ جمعہ کے دن یہ بزرگ آئے،ان سے کہا گیا کہ آپ بزرگ ہیں آپ خطبہ دیں۔منبر پر کھڑے ہوئے،بسم اللہ کہا اور اللہ کی حمد و ثنا پڑھی۔پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے لیے معبود وہ ابلیس علیہ الصلاۃ والسلام ہے۔لوگوں نے کہا کہ یہ تو کافر ہو گیا۔اس نے کفریہ بات کہی۔ تلوار پاس ہی تھی،نکالی اور منبر سے اترا۔سارے کے سارے لوگ بھاگ گئے، کسی کی جرات نہیں ہوئی کہ وہ مسجد میں داخل ہو۔عصر کا وقت ہو گیا،ساتھ کے علاقہ کے کوئی شیخ تھے،اور لوگ ،انھوں نے کہا، آج کے خطبہ میں اس بزرگ نے یہ خطبہ دیا ہمارے ہاں۔اس دن اس بزرگ نے ایک ہی وقت میں تیس مختلف جگہوں پر خطبہ دیا اور نماز پڑھائی۔یہ اتنا بڑا بزرگ تھا کہ سلطان بھی اس کے لیے راستہ چھوڑ دیتا۔جب کسی کو پکڑتا تو داڑھی سے پکڑتا،(یہ بزرگ تھا)اس کے منہ پر تھوکتا،زور زور سے اسے مارتا۔اسے کوئی بھی نہ چھڑا سکتا تھا۔اور یہ کہتا تھا کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا،جب تک اس کامل بندے کا مقام اللہ تعالی

کے عرش کے نیچے نہ ہو ہمیشہ کے لیے۔اور یہ کہتا تھا کہ پوری کی پوری زمین اس کے ہاتھ میں ایسی ہے جیسے یہ برتن جس میں، میں کھانا کھاتا ہوں۔یعنی میں سب کچھ دیکھتا ہوں جو بھی زمین پر ہو رہا ہے۔اور لوگوں کے جو جسم ہیں وہ میرے سامنے شیشے کی طرح ہیں۔جو بھی ان کے باطن میں ہے میں سب دیکھتا ہوں۔

اشرف علی تھانوی اپنی تصنیف "ارواح الثلاثہ" میں کہتے ہیں۔کہ ہمارے بزرگ کبھی ایسی حرکت نہیں کرتے،جس سے ظاہرا یہ ثابت ہو کہ یہ کوئی بدکاری ہے یا غلط فعل ہے۔اسی کتاب میں حکایت نمبر 341 ہے۔

چند غلط فہمیاں:

1)اللہ تعالی کے حق میں وسیلہ اور ذریعہ بنانے میں کیا حرج ہے؟آخر یہ انبیاء اور صالحین اللہ کے قریب ہیں،اللہ تعالی کے پیارے بندے ہیں۔اگران کو وسیلہ نہ بنائیں تو پھر کیا کریں؟تم لوگ یہ کہتے ہو کہ یہ جائز نہیں ہے۔بدعت ہے،قرآن مجید کی آیت میں ہے کہ "اے لوگوں!اللہ تعالی سے ڈرو،اور اس کے ہاں وسیلہ تلاش کرو۔"تو جب ہم نے انبیاء اور صالحین کو وسیلہ بنایا تو تم نے کہا کہ یہ جائز نہیں۔

اس کا جواب: انبیاء اور صالحین کو وسیلہ بنانے میں صرف حرج نہیں، بہت ہی بڑی مصیبتیں ہیں۔

(1) یہ مشرکین مکہ کا طریقہ تھا، جن سے نبی رحمت (ﷺ) نے جنگ کی۔ کیا طریقہ تھا؟ "ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالی کے نزدیک کر دیں۔" (الزمر: 3)

مشرکین مکہ نے بھی یہی کہا اور کیا۔ اللہ تعالی نے ان کا انکار کیا۔ جان لیں کہ یہ بت پتھر نہیں تھے۔ نیک اور صالح بزرگ تھے۔ اگر یہ طریقہ صحیح ہوتا تو نبی (ﷺ) ان کے خلاف کبھی جنگ نہ کرتے۔

(2) اللہ تعالی نے اس قول کو اصل سے باطل قرار دیا ہے کہ کسی بزرگ یا نبی کو وسیلہ بناؤ۔ وہ کیوں؟ ارشاد باری تعالی ہے: "جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ کے میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں" (البقرۃ: 186)

جو قریب ہوتا ہے وہ دور نہیں ہوتا اور جو قریب ہے اس کے لیے وسیلے کی ضرورت نہیں۔

(3) ان لوگوں نے بتوں کو وسیلہ بنایا اور حد سے گزر گئے اور ان کی عبادت شروع کر دی۔ شروعات وسیلہ سے ہوئی اور خاتمہ شرک اکبر پر ہو۔

(4) تندرست عقل اس چیز کی نفی کرتی ہے کہ اللہ تعالی نے ایک چیز کو حرام قرار دیا ہے، تو حرام قرار دینے کے بعد کبھی اس کو جائز اور مشروع کیسے قرار دے سکتا ہے ؟ عقل صحیح اور قلب سلیم کبھی بھی یہ تصور نہیں کر سکتا۔ شرک کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی ایک طرف سے تو شرک کی ممانعت کرے اور دوسری طرف یہ فرمائے کہ ان انبیاء اور اولیاء کو وسیلہ بناؤ۔ یہ بات بلکل درست نہیں ہے۔

(5) اس طریقے سے اللہ تعالی کی شان میں بہت بڑی گستاخی ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کی ذات ہر طرح سے کامل ہے۔اللہ سبحان وتعالی کی تشبیہ کرتے ہیں، ناقص اور کمزور انسان کے ساتھ اور ظالم بادشاہ کے ساتھ۔اس کو تو ضرورت ہے کہ کوئی بیچ میں آئے اور لوگوں کو میرے قریب کرے، یا ظلم کرتا ہے، یا ڈرتا ہے۔اسی لیے لوگوں کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔ لیکن کیا اللہ تعالی نعوذ باللہ ڈرتا ہے یا ظلم کرتا ہے؟

(6) اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں سنے گا جب تک کوئی وسیلہ اختیار نہیں کرے گا۔ اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں، اچھا گمان ہے تو اچھا ملے گا، برا گمان ہے تو برا ملے گا۔ یعنی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک ہم کسی کو وسیلہ نہیں بنائیں گے تو ہماری دعا قبول نہیں ہو گی۔ اگر یہی گمان ہے تو ساری زندگی ان (غیر اللہ) کو پکارتے رہو، عطا تو اللہ کرے گا۔ ایک ہندو کو دیکھیں، گائے کے سامنے جھکا ہوا ہے اور مانگ رہا ہے۔ اسے کون دے رہا ہے، وہ گائے دے رہی ہے؟ اس کو رزق کون دے رہا ہے، مصیبت کو کون ٹال رہا ہے، اللہ تعالیٰ۔ یہ اللہ کی حکمت نہیں ہے کہ کوئی غیر اللہ کو پکار رہا ہو اور اس کو اسی وقت موت آ جائے۔ یہ استدراج ہے۔ جب قبر کے سامنے بیٹھ کر پکارتے ہو کہ اے غوث میری مدد فرما تو کون عطا کرتا ہے؟ اگر یہ بات نہ بھی کہیں اور بھوکے پیاسے اس دنیا سے چلے جائیں، کسی بیماری یا مصیبت میں موت آ جائے تو اس کو برداشت کر لینا لیکن اس دنیا سے کبھی اس حالت میں نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ تم سے ناراض ہو۔ شرک اکبر کا ارتکاب کرتے ہوئے اس دنیا سے کبھی مت جانا۔ جو شخص بھی شرک اکبر پر مر رہا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے جہنم کی آگ میں ہے۔ اگر بزرگ کو نہیں پکارو

گے تو زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا یہ دنیا چلی جائے گی۔اس دنیا کو پانے کے لیے اللہ تعالی کو ناراض کرتے ہیں۔

(7) اللہ کی قدر اور عظمت کی حق تلفی ۔ "اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر کرنا واجب تھی ویسی قدر نہیں کی۔" (انعام:91)۔ اگر واقعی اللہ کی طاقت اور قدرت اچھی طرح سمجھ لیں کہ اللہ تعالی کی ذات کتنی عظیم ہے تو ان کو گمان نہ ہو کہ وہ کبھی بھی کسی کو ذریعہ بنائیں۔

(8) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی ہے۔جس سے تم کو منع کیا گیا ہے تم اسی پر عمل کرتے ہو۔

(9)مشرکین مکہ سے مشابہت ہے اور کافروں کی مشابہت سے ہمیں منع کر دیا گیا ہے۔

(10) جو آپ کی نیت ہے کہ میں اپنے رب کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں تو جو ذریعہ آپ نے اختیار کیا ہے وہ بھی اچھا ہونا چاہیے۔اگر مقصد اچھا ہے تو ذریعہ بھی اچھا ہو یہی قرآن اور سنت اور صحابہ کا راستہ ہے۔اگر مقصد اچھا ہے اللہ تعالی کی نزدیکی کا لیکن ذریعہ غلط اور حرام ہے تو یہ کبھی فائدہ مند نہیں ہو گا۔اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو ولی اور انبیاء کو پکار کے، یا علی مدد اور یا رسول اللہ مدد کہہ کر، اگر یہ کہتے ہو کہ یہ

وسیلہ ہے پکار نہیں ہے تو یہ تمھاری غلط فہمی ہے۔ یہ جو تمھاری پکار ہے شرک اکبر ہے۔ "فلاں کے صدقے سے " کہتے ہو تو یہ بدعت ہے۔ جب آپ کا طریقہ ہی شرک والا ہے تو نزدیکی کیسے حاصل ہو گی۔

دوسری غلط فہمی: یارسول اللہ مدد کہنا شرک نہیں ہے بلکہ وسیلہ ہے۔

جواب:

(1) استغاثہ اور مدد طلب کرنے میں اور وسیلے میں فرق ہے۔ مدد براہ راست طلب کی جاتی ہے اور وسلیہ میں ایک تیسری ذات کو درمیان میں لایا جاتا ہے۔جب یہ کہتے ہیں کہ یارسول اللہ مدد تو براہ راست نبی کریم (ﷺ) پکار رہے ہو، یہاں وسیلہ نہیں ہے براہ راست مدد طلب کر رہے ہو۔اور اسے شرک کہتے ہیں۔

مدد طلب کرنا عبادت ہے۔ ایاک نعبد وایاک ۔۔عبادت ہے۔اور نبی کریم (ﷺ) نے فرمایاترمذی میں۔ کہ "دعا ہی عبادت ہے"۔ تو جب دعا کا عبادت ہونا ثابت ہے تو کسی اور کے لیے صرف کرنا شرک اکبر ہے۔

(2) جس نے وسیلہ بنایا اس نے وسیلہ کو پکارا نہیں۔اور جس نے پکارا اس نے اسے وسیلہ نہیں بنایا۔بلکہ اسے معبود بنایا۔یعنی جو کوئی وسیلہ بناتا ہے،اسے پکارتا نہیں

ہے۔وہ یہ نہیں کہتا کہ تم میرے لیے فلاں کام کرو،بلکہ میری حاجت کو آگے پہنچا دو۔جس نے وسیلہ بنایا ہے اس نے اصل کو چھوڑ دیا۔

(3) سلف الصالحین سے یہ بات ثابت نہیں ہے۔نہ ہی کسی صحابی سے ثابت ہے کہ انھوں نے نبی (ﷺ) کی وفات کے بعد یا رسول اللہ مدد پکارا ہو۔جنگیں ہوئیں، تکلیفیں تھیں، قحط آیا، جتنی بھی مصیبتیں تھی، یا رسول اللہ مدد کسی کی زبان سے نہیں نکلا۔

(4) یہ عین مشرکین کا عمل ہے۔

تیسری غلط فہمی:

جب ہم یہ کہتے ہیں ، یا رسول اللہ مدد تو ہمارا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالی مدد کرے،ہم مجازا کہتے ہیں یا رسول اللہ مدد، جیسے کے عربی کی کہاوت ہے،" بارش نے زمین کو زرخیز کر دیا۔" بارش نے پودوں کو اگایا۔"اب بارش تو زمین کو زرخیز نہیں کرتی ، اللہ تعالی کرتا ہے۔تو مجازا بارش کا نام لیا جاتا ہے کہ بارش نے زمین کو زرخیز کر دیا۔اسی طرح ہم بھی یا رسول اللہ مدد مجازا کہتے ہیں۔اس کا جواب:

یہ جہل مرکب ہے۔ علم کی تقسیم پانچ صورتوں میں ہے۔ 1: علم ہے 2: جہل بصیت

3: جہل مرکب 4: شک ہے 5: ظن ہے۔

(1) کسی چیز کو یقین کے ساتھ اس کی اصل صورت میں جاننا، یہ علم ہے۔

(2) کسی چیز کا علم نہ ہو تو وہ ہے جہل بصیت۔

(3) جہل مرکب کسی چیز کو غلط جانناا س کی اصل حقیقت کے بر عکس۔

(4) علم اور جہل بصیت کے درمیان شک ہوتا ہے۔

(5) گمان۔

اگر یارسول اللہ مدد اور بارش نے پودوں کو ذرخیز کیا، واقع یہ بات صحیح ہوتی تو یہ بھی کہتے کہ اے ہوا بارش عطافرما۔ یہ کوئی بھی نہیں کہتا اس لیے کہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالی بارش برساتا ہے۔اللہ تعالی نے ایک فرشتے کو مقرر کیا ہے بارش کے لیے، میکائیل (علیہ سلام)۔ اللہ تعالی کی اجازت کے بعد بارش ہوتی ہے۔سارے انبیاء بھی جانتے ہیں اور ان کے صحابہ بھی کہ یہ فرشتہ مؤکل ہے۔ کسی سے بھی کبھی یہ سنا ہے کہ اے میکائیل بارش عطافرما۔

اصل میں کلام حقیقت پر ہی سمجھا جاتا ہے۔ مجاز میں اس وقت جاتے ہیں جب حقیقت واضح نہ ہو۔ یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ خالد شیر ہے، تو کیا سوچیں گے کہ خالد جانور ہے یا شیر کی طرح بہادر ہے۔ تو یہاں پر مجاز کا استعمال کیا۔

اللہ تعالی نے واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے اور غیر اللہ کو پکارنا حقیقت ہے۔ تو جو شخص یہ کہتا ہے کہ اے غوث میری مدد فرما تو اس نے شرک کیا اور یہاں پر حقیقت شریعہ ہے اور جب حقیقت شریعہ موجود ہو تو مجاز درمیان میں آ ہی نہیں سکتا۔ مجاز کا کوئی عمل ہو ہی نہیں سکتا۔

چوتھی غلط فہمی:

اللہ تعالی نے فرمایا قرآن مجید میں کہ انبیاء، اولیاء اور شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور زندوں کو پکارنا شرک نہیں ہے۔

(1) آپ لوگوں نے دو ایسی چیزوں کو برابر کر دیا، جس کی برابری کی نفی اللہ تعالی نے قرآن میں بیان کی ہے۔ "زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے" (فاطر: 22)

(2) ہر عقل سلیم والا جانتا ہے کہ زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔ دنیاوی اور برزخی زندگی میں فرق ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے بہت ہی آسان بات ہے۔انسان کی تخلیق پانچ مراحل میں ہوئی۔ اوران سب مراحل کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے۔

پہلا مرحلہ : عدم کا ہے کہ انسان ایک خلیہ کی شکل میں تھا اور یہ انسان تب سے موجود ہے جب اللہ تعالی نے حضرت آدم (علیہ سلام) کو پیدا کیا۔ اس وقت سے یہ پوری کی پوری بشریت موجود ہے۔ "یقینا گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جب کہ یہ کوئی قابلے ذکر چیز نہ تھا۔" (الانسان:1)

دوسرا مرحلہ: ماں کے پیٹ کا مرحلہ۔"اس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا، پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا،اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے (آٹھ نر اور مادہ) اتارے وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک بناوٹ کے بعد دوسری بناوٹ بناتا ہے تین تین اندھیروں میں،" (سورۃالزمر:6)

یہ مرحلہ پہلے مرحلے سے بالکل مختلف ہے۔

تیسرا مرحلہ: پیدا ہونے کے بعد کا مرحلہ۔جب انسان اس دنیا میں آتا ہے۔"ان کے بعد ہم نے اور بھی امت پیدا کی۔" (سورۃالمؤمنین:31)

چوتھا مرحلہ: برزخی زندگی، دنیا کی زندگی سے مختلف ہے۔بندہ قبر میں جاتا ہے، اٹھ کر بیٹھتا ہے، اور چلنے والوں کے قدموں کی آواز سنتا ہے۔بس اور کچھ نہیں سنتا۔قدموں کی چاپ سننے کی دلیل ہے، اور کسی چیز کی کوئی دلیل نہیں۔اگر یہ کہتے ہو کہ دنیاوی زندگی اور برزخی زندگی برابر ہے، تو پھر یہ بھی کہو کہ دنیاوی زندگی اور ماں کے پیٹ کی زندگی بھی برابر ہے۔

پانچواں مرحلہ: جب دوسرا صور پھونکا جائے گا، تو قبروں سے لوگ نکلیں گے، تب برزخی زندگی ختم اور آخرت کی زندگی شروع۔

تم دور سے ان کو پکارتے ہو، جب یہ کہتے ہو کہ وہ دنیاوی زندگی میں زندہ ہیں، تو پھر یہ کرنا چاہیے تھا کہ بالکل قبر کے نزدیک جاکر ان سے کلام کرتے۔

تم تو ان سے ہر چیز میں استغاثہ کرتے ہو، ربوبیت کی صفات بھی ان کو دے دیں۔صرف مدد نہیں مانگتے بلکہ مشکل کشائی اور حاجت روائی بھی ان کو دے دی۔

ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے:

جس میں عوام الناس کو الجھاتے ہیں۔وہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ مدد، اے علی مشکل کشا، اے غوث مدد، تو کیا ہم نے شرک کیا؟ نہیں۔ہمارا

یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات ہی خالق ،مالک،اور رازق ہے۔اللہ تعالی ہی نفع نقصان کامالک ہے۔لیکن اللہ تعالی نے بعض ایسی قدرت اور طاقتیں اپنے کچھ بندوں کو دی ہیں۔اللہ تعالی خالق ہے ذاتی طور پر،اور عیسی علیہ السلام ،اور جبرائیل علیہ السلام خالق ہیں عطائی طور پر۔یعنی اگر اللہ تعالی جبرائیل علیہ السلام کو یہ طاقت نہ دیتا، کہ وہ عیسی علیہ السلام کو پیدا کریں تو جبرائیل علیہ السلام کبھی بھی ان کو پیدا نہ کر سکتے۔تو جب ہم پکارتے ہیں ،اے جبرائیل،اے عیسی، یا اے نبی، ہمیں نیک اور صالح بیٹا عطا فرما، تو ہم ان سے اس چیز کی پکار کرتے ہیں جو اس کے پاس ہے۔جب وہ اس چیز کا مالک ہے تو ہم کیوں نہ اس سے مانگیں۔یہ بھی یقین ہے کہ نبی (ﷺ) بہترین نبی ہیں۔اگر جبرائیل (علیہ السلام) عیسی علیہ السلام کو پیدا کر سکتے ہیں،اور عیسی علیہ السلام مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں، تو کیا نبی (ﷺ) کسی مردے کو زندہ نہیں کر سکتے؟ یا اولاد نہیں دے سکتے۔اللہ تعالی نے سورۃ المریم میں فرمایا ہے۔"اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں، تجھے ایک پاکیزہ بیٹا دینے آیا ہوں۔" (سورۃ المریم: 19)

شبہ کا رد:

(1) دین کے بنیادی علم میں سے بنیادی علم جسے جاننا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ کہ اللہ تعالی کے کچھ حقوق ہیں۔ جو خاص اسی کے لیے ہیں۔ یہ حق کسی اور کو دینا کفر اور شرک ہے۔ ان حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اللہ تعالی واحد خالق، واحد مالک اور واحد رازق ہے۔ عبادت اور اسماء و صفات کا حق بھی اللہ تعالی کے لیے خاص ہے۔

(2) قرآن مجید کی آیات دو قسم کی ہیں۔ جیسے سورۃ آل عمران میں آیت 7۔ ایک محکم آیات ہیں، اور دوسری متشابہ آیات۔ محکم وہ آیات ہیں جو پختہ آیات ہیں، جن کی طرف ہر حال میں رجوع کیا جاتا ہے۔ متشابہ آیات وہ آیات ہیں، جن میں ایک معنی سے زیادہ معنی حاصل ہو سکتا ہے۔ تو جب ایک سے ویادہ معنی ہو، اور مسئلہ صاف نظر نہ آ رہا ہو، تو رجوع کرو محکم آیات کی طرف۔

(3) نبی کریم (ﷺ) کی سچی محبت کی نشانی ہے اتباع۔ اللہ تعالی نے فرمایا، "کہہ دیجئیے! اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو، تو میری تابعداری کرو۔ خود اللہ تعالی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ تعالی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔" (سورۃ آل عمران: 31)

ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالی کا کلام بہتریں کلام ہے،اور بہترین طریقہ نبی (ﷺ) کا ہے۔اس میں کوئی اختلاف نہیں کرتا۔اور سب سے بہترین راستہ سلف الصالحین کا ہے۔

خاص ردّ:

(1) صحابہ اور تابعین میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں کہ کسی نے ہی کہا ہو کہ اللہ تعالی ذاتی طور پر خالق ہے اور جبرائیل (علیہ السلام) عطائی طور پر خالق ہیں۔کسی ضعیف حدیث میں بھی نہیں ہے۔جب انھوں نے خاموشی اختیار کی تو ہمیں بھی خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

(2) نبی (ﷺ) کے زمانے میں جب صحابہ کرام کسی مصیبت میں پڑتے تھے،تو نبی (ﷺ) کی طرف آتے،کہ اے نبی (ﷺ) اللہ تعالی سے دعا کریں کہ مجھے شفا حاصل ہو،یا کوئی مصیبت ٹل جائے۔انھوں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ کو بھی اللہ تعالی نے قدرت عطا کی ہے،آپ مجھے شفا دیں یا رزق دیں۔

(3)اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالی نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو یہ طاقت دی ہے،تو کیا اس ولی کے لیے جائز ہے کہ وہ اس طاقت کو لوگوں کے سامنے ظاہر

کرے،اور لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرے، یہ حکمت نہیں ہے۔لوگ اس کی اندھی تقلید کرنا شروع کر دیں گے۔اور اپنے رب کو بھول جائیں گے۔

(4)اس کی دلیل کیا ہے کہ اللہ تعالی نے ان اولیاء کو یہ طاقت عطا فرمائی ہے۔عیسی (علیہ السلام) کے مردوں کو زندہ کرنے کی دلیل ہے، جبرائیل (علیہ السلام) کو ہی حکم دیا گیا کہ عیسی (علیہ السلام) پیدا ہو جائیں۔آپ سے کس نے کہا کا آپ کا یہ غوث اولاد عطا کرتا ہے۔جس چیز کی کوئی دلیل نہیں ہوتی، وہ بات بے بنیاد ہوتی ہے، "اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہیں، پس اللہ تعالی کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔" (سورۃ الجن:18)

(5)اور اس بات کی کیا دلیل ہے کہ یہ طاقت ان کے پاس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔آج کی تحریف شدہ بائبل میں بھی صرف تین ایسے واقعات ہیں، جس میں عیسی (علیہ السلام) نے مردہ کو زندہ کیا۔تو کیا ان کو یہ طاقت ہمیشہ کے لیے دی گئی؟ نہیں۔جو پیغام لے کر آتا ہے وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں لے کر آتا۔وہ اس پیغام کو امانت کے ساتھ پہنچا دیتا ہے۔جبرائیل (علیہ السلام) نے پھونک ماری اور جو کلمہ اللہ تعالی کی طرف سے لے کر آئے وہ مریم (علیہ السلام) کے اندر ٹھہر گیا۔تو اصل میں

جبرائیل (علیہ السلام) نے کبھی خلق کیا ہی نہیں۔اور نہ ان کی طرف کسی نے منصوب

کیا ہے خلق کو۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں، "پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں جان پھونک

دی۔"(سورۃالتحریم:12)اب جبرائیل (علیہ السلام) کہاں ہیں۔تو وہ بھی قرآن کی

آیت ہے۔اسی لیے جو متشابہ ہیں۔ان کو محکم کی طرف رد کر دو۔

عیسی (علیہ السلام) نے اللہ تعالی کی اجازت سے یہ عمل کیا۔مردوں کو زندہ کیا۔یہ

سمجھنا کہ عطائی طور پر مالک ہو گئے خلق کے، یہ بالکل غلط ہے۔"اور میں تمہارے پاس

تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں"(سورۃآل عمران:50)۔"یقین مانو! میرا اور تمہارا

رب اللہ ہی ہے، تم سب اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔"(سورۃآل عمران

:51)۔جب مردہ کو زندہ کر دیا،اس کے بعد یہ فرمارہے ہیں کہ میرا اور تمہارا رب

اللہ تعالی ہے،اور عبادت صرف اور صرف اللہ تعالی کی کرو، تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ اگر

میں اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کر رہا ہوں۔ تو مجھے پکارو۔اور اسی صورت میں بیان

ہوا ہے۔"اے پیغمبر آپ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں"(سورۃآل عمران:128)

یہ آیت جنگ احد کے وقت اتری ،کافروں نے شدید حملہ کیا، مسلمانوں کو تکلیفیں

پہنچائیں۔70 عظیم صحابہ کو شہید کیا،ان میں حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی تھے۔نبی

(ﷺ) کو ان کی شہادت کا بہت دکھ تھا۔پورا ایک مہینہ فجر کی نماز کے وقت دعا قنوت میں بد عا کرتے رہے،ان مشرکین کے لیے جو جنگ احد میں شریک تھے۔اس ایک مہینے کی بد عا کے بعد اللہ تعالی نے کیا فرمایا: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے۔